گوشہء ادب

میری پسندیدہ شخصیت

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

انسان اپنی خوش اخلاقی اور پیشہ ورانہ خوبیوں کے سبب مقبول ہوتا ہے۔ اپنی ذاتی زندگی سنوارنے سے کوئی بھی انسان بلند نہیں ہوتا بلکہ عظیم شخص وہ ہے جو انسانیت کی خدمت میں اپنی زندگی گزارے۔ انسانیت کی خدمت کرنے میں سب سے بڑا ہاتھ اساتذہ کا ہے جو نہ صرف ہمیں علم کی دولت عطا کرتے ہیں بلکہ آنے والی نسلوں کی رہنمائی اور سرپرستی بھی کرتے ہیں۔ میری پسندیدہ شخصیت ایک معلّمہ ہے جس کا اسمِ شریف رقیزہ تینگر ہے اور وہ اپنی محنت اور لگن سے اپنے طالبِ علموں کی زندگی میں تبدیلیاں لا رہی ہیں۔

آپ ایک مکمل خاتون ہیں اور بطور مدرس ایک قابلِ تعریف مثال ہیں۔ سرِ آئینہ آپ ایک سخت اور سنجیدہ انسان ہیں مگر پسِ آئینہ آپ ایک نہایت نرم، نیک، رحم دل، اور شفیق خاتون ہیں۔ آپ نے نہ صرف اسلامی تعلیم حاصل کی ہے بلکہ انگریزی اور عربی میں بھی مہارت حاصل کی ہے۔ ۱۹۹۱ء میں آپ ایک معلّمہ کی حیثیت سے وزارتِ تعلیم کی خدمت میں آئیں۔ آپ نے مختلف کالجوں میں کام کیا اور تاریخ گواہ ہے کہ آپ کی بدولت آپ کے طلباء امتیازی نمبروں میں کامیاب ہوئے ہیں۔ آج آپ وزارتِ تعلیم کے شعبۂ اسلامیات میں سینئر معلّمہ کا عہدہ سنبھال رہی ہیں اور اپنے موجودہ اسکول کے شعبۂ اردو و اسلمیات کی صدر ہیں۔ آپ کی سب سے مؤثر خصوصیت یہ ہے کہ استانی کے باوجود آپ ہر ایک سے عاجزی اور خاکساری سے پیش آتی ہیں۔

آپ ایک باکمال خاتون ہیں جو ہمیشہ کمالیت اور پرستانہ انداز سے اپنے کاموں کو انجام دیتی ہیں۔ جس طرح آفتاب ہر صبح دنیا کو روشن کرتا ہے اسی طرح آپ کی ہستی نہ جانے کتنے انسانوں کی زندگی کو پرنور کر رہی ہیں۔ طالبِ علموں کو تراشنا اور نکھارنے کا ہنر آپ بخوبی رکھتی ہیں۔ آپ کی زبان اور لب ولہجہ میں اتنی شیرینی ہے جیسے پھول اور شہد سے لبریز ہوں۔ ایک بار آپ کی تعریف میں ہم نے کچھ غرض کیا تو جواب میں آپ نے یہ کہا کہ تعریف کا اصلی حقدار صرف خدا ہے۔ آپ کے اندازِ بیان اور بات کرنے کے طریقہ میں ایک ایسی کشش ہے جو دلوں کو اس قدر چھو جاتی ہے کہ آپ کے ادب واحترام کے ساتھ دلوں میں خدائے پاک بھی بس جاتا ہے۔

آج آپ اپنی علمیت، تجربات اور مقناطیسی شخصیت کی بدولت اس مقام پر ہیں جہاں کہ آپ کو عزت واحترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ شاید دنیا کے لئے آپ ایک عام انسان ہیں پر اپنے طالبِ علموں کے لئے آپ نایاب ہیں اور آپ کو عرصۂ دراز تک یاد رکھیں گے۔

اویسی محمد علی

جسے عاشقی کا خیال ہے اسے زندگی بھی محال ہے
اسے ہر خوشی سے نجات ہے وہی ہر طرح سے نڈھال ہے

یہاں آفتوں کا بلاؤں کا غمِ عاشقی کا سوال ہے
وہاں حاسدوں کی خیر ہے وہاں ظالموں کا خیال ہے

جسے ہر خوشی نے ستایا ہے جسے زندگی نے جلایا ہے
وہ غم والم کا شکار ہے، وہی رنج وغم سے نڈھال ہے

نئے کھیت کی نئی فصل ہے نئے دور کی نئی نسل ہے
یہ ادب سے ہوگئی بیخبر اسی طور رو بہ زوال ہے

کوئی بات ناداں اثر کرے کوئی سمجھے اور عمل کرے
وہاں کس کو وہم وگمان تھا، یہاں کس کی تاب و مجال ہے

عبدالقاسم علی محمد

غزل

اب عشق میں مری جاں کچھ بھی اثر نہیں ہے
اس دور کا کوئی انساں معتبر نہیں ہے

دریا میں آگ کے کچھ عشاق ڈوبتے تھے
آتش میں کودنے کا اب وہ جگہ نہیں ہے

ناسور بن چکے ہیں دل کے یہ زخم سارے
وہ کاش دیکھ پاتا ایسی نظر نہیں ہے

ہر شخص ہے پریشاں اٹھتا ہے نالہ دل سے
اسی شہر کا مگر حاکم باخبر نہیں ہے

یہ شہر ہوگیا ہے ویران رفیقو
مقتل سجانے کو اب کوئی بھی سر نہیں ہے

گزرا ہے دن کہ ہر جانب روشنی تھی زائل
آتی ہے اب شبِ غم تیری سحر نہیں ہے

منصف نے حق میں اس کے تو فیصلہ کی ہے
یہ دیکھنا ہے دامن کیا اس کا تر نہیں ہے

تسلیم کی خو صابؔر ڈالیں گے ہم یقیناً
لیکن صنم یہ طے ہے وہ تیرا در نہیں ہے

صابر گودڑ

گزرا جو میرے گھر سے، ترا کارواں نہ تھا
لاکھوں نقوش تھے، ترا کوئی نشاں نہ تھا

میری وفا کا تم نے لیا کیوں نہ امتحان
اپنے حساب سے میں کبھی ناتواں نہ تھا

وہ کیسی آگ گھر کو لگائی تھی آپ نے
شعلہ بھڑک کے بجھ بھی گیا پر دھواں نہ تھا

یہ کیا خطا اے برقِ تپاں تجھ سے ہوگئی
جلتے ہوؤں میں صرف مرا آشیاں نہ تھا

راہِ حیات میں جو جھپٹتے تھے بے خبر
منزل پہ آ کے دیکھا، کوئی شادماں نہ تھا

آواز دے رہا تھا میں لوگوں کی بھیڑ میں
میری طرف کسی کا بھی لیکن گماں نہ تھا

قسمت کا فیصلہ تھا کہ اب ہم نہ مل سکیں
ڈھونڈا کئے وہیں پہ تجھے، تو جہاں نہ تھا

مرجھا گیا یہ کس لئے سارا چمن سعیؔد
دورِ بہار تھا، کوئی دورِ خزاں نہ تھا

سعید میاں جان